AL-'ULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
January-June 2022, 3:1 (27-45)

کلامِ سلطان باہوؒ میں فکرِ آخرت کا تجزیاتی مطالعہ

Worriment of Hereafter in Poetry of Sulṭān Bāhū; An Analytical Study

Muhammad Waris Ali (Ph.D)*[1] Allah Ditta**

* Assistant Prof. Dep. of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore
**M.Phil. Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore

Keywords:
Sulṭān Bāhū, poetry, worriment, hereafter, mystic order, teachings

Abstract: Sultān Bāhū (1039H-1102H) was a Punjabī mystic poet and scholar who brought religious change in the lives of people of Subcontinent. He awoke the people from deep sleep and created desire to play their role in shaping an ideal Muslim society. The question arises what the basic philosophy played its role to bring this change in the people of Subcontinent. The research has been conducted through studying the poetry of Sultān Bāhū and analyzed what were the main causes and strategy which changed the minds of the people and they concentrated to his poetry for guidance to provoke mystic teachings. The research explores that Sultān Bāhū presented goodwill of God by keeping in this world and worrying for hereafter. This article analyzes the poetry of Sultān Bāhū by conveying the message of Allah through examples of cosmology and gave clear concept of hereafter. He tried to create awareness that this world is not real purpose of life but it is only way to pass out and travel to the hereafter.

Waris Ali and Alllah Ditta.(2022).
Worriment of Hereafter in Poetry of Sulṭān Bāhū; An Analytical Study.
Al-'Ulūm Journal of Islamic Studies, 3(1)

1. Corresponding author Email: mwarisali@lgu.edu.pk

C

Content from this work is copyrighted by *Al-'Ulūm* Journal of Islamic Studies, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

انسان اس دنیا میں عارضی طور پر بھیجا گیا ہے اور اس میں وہ مستقل نہیں ہے ایک خاص وقت کے بعد اسے واپس لوٹنا ہوتا ہے کیوں کہ جو اس دنیا میں آیا اسے یہاں سے واپس جانا پڑا یہاں تک تو سب لوگ متفق نظر آتے ہیں کہ موت اٹل ہے مگر مرنے کے بعد کی زندگی کے بارے میں مسلمان اور کافر میں فرق ہے صاحب ایمان شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ آخرت یقینی ہے اور اس میں ہر شخص کو اس دنیا میں انجام دئے گئے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ ایمان کی حالت میں اس دنیا سے جانے کے بعد اس کا انجام بہتر ہو گا اور نیک اعمال کا اسے اچھا بدلہ دیا جائے گا لیکن اگر اس دنیا میں ایمان اور عمل صالح کے بغیر زندگی گزار دی اور موت آگئی تو پھر انجام بہت بیانک ہو گا۔ اس لئے آخرت کے بارے میں فکر کرنا اور اس کے لئے اس دنیا کی زندگی کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق گزارنا انتہائی ضروری ہے۔

ایک مسلمان اور غیر مسلم میں واضح فرق عقیدہ آخرت کا بھی کہ غیر مسلم عقیدہ آخرت کا سرے سے انکار کرتا ہے قرآن مجید نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا﴾ (1)

اور کہتے ہیں: جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں از سرِ نو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟

اور اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس کا جواب بھی بیان فرمایا ہے:

﴿قُلِ الَّذِىۡ فَطَرَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (2)

"فرما دیجیے: وہی (دوبارہ زندہ کرے گا) جس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا تھا"

اس کے علاوہ اس کے اثبات میں بھی دلائل بھی دیئے ہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو پرندوں کو ذبح کرکے ان کے گوشت کا قیمہ کر کے دوبارہ زندہ کرنے کا تجربہ کرایا گیا اور اسے قرآن مجید(3) میں بیان کیا گیا۔ مشرکین کے آخرت کے بارے میں شکوک و شبہات کا ذکر کرکے ان کو دور کیا گیا اور عقیدہ آخرت کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔ قرآن کے مضامین میں سے ایک اہم مضمون عقیدہ آخرت ہے جو اسلام سے قبل الہامی مذاہب کی تعلیمات کا

1- القرآن،17: 49۔

2- القرآن،17: 51۔

3- القرآن، 02: 260۔

بھی حصہ ہے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ عقیدہ آخرت تمام انبیاء کرام کا مشترکہ عقیدہ ہے اور اس بارے میں دیگر الہامی کتب بھی اسے بیان کرتی ہیں۔

فکر آخرت کے بارے میں قرآن، تفاسیر، حدیث اور شروح حدیث میں بھی مباحث موجود ہیں اور بعض کتب بھی ملتی ہیں جن میں عقیدہ آخرت اور اس کی فکر کرنے کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔ مثلا **انسان اور فکر آخرت** کے نام سے حافظ مبشر حسین لاہوری نے کتاب لکھی جو مبشر اکیڈمی نے لاہور سے شائع کی۔ اس کے علاوہ **فکر آخرت قرآن وحدیث کی روشنی میں** از انجینئر حافظ محمد آصف قادری، افکار اسلامی، (اسلام آباد- کراچی) کے زیر انتظام 2014ء میں شائع ہوئی جس میں فکر آخرت قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے اور دنیا کے عارضی ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ **تعمیر شخصیت میں فکر آخرت اور عقل کا کردار** (سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں) کے عنوان سے ایک مقالہ از ڈاکٹر اورنگزیب اور ڈاکٹر ارشد منیر لغاری، الوفاق ریسرچ جرنل میں جون 2021 جلد 4 اور شمارہ 1 میں شائع کیا ہے۔ **بابا بلھے شاہ کا فکر آخرت میں کردار** کے عنوان سے مقالہ نگاران ھذا نے ایک مقالہ لکھا جو المیزان ریسرچ جرنل میں 2022ء میں شائع ہوا۔ حضرت سلطان باہو کی فکر آخرت کے بارے میں کوئی مقالہ راقمین حروف کی نظر سے نہیں گزرا اس لئے اس پر قلم اٹھانے کی ضرورت پڑی۔

دنیا اور آخرت کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم

آخرت کے لغوی معنی ہیں بعد میں ہونے والی یا آخری چیز۔ اس کے مقابلے میں دنیا ہے جس کے معنی قریب کی چیز کے ہیں۔ یوم آخرت سے مراد موت کے بعد کی زندگی ہے۔ قرآن کریم کا شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ہو جس میں عقیدہ آخرت سے متعلق کوئی اشارہ نہ پایا جاتا ہو۔ مثلاً روز قیامت، حساب کتاب، جنت جہنم، قبر، جزا سزا، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا، جنت کی نعمتوں کا ذکر، دوزخ کی سختیوں کا ذکر، کامیاب اور ناکام لوگوں کے قصے، گزشتہ اقوام پر عذاب کے واقعات وغیرہ۔ اسلام کے تصور آخرت کے مطابق یہ دنیا فانی ہے اور ایک دن یہ دنیا اور اس میں بسنے والی تمام مخلوق فنا ہو جائے گی۔ اور ایک دن آئے گا جب انسان کو اس کے اچھے یا برے عمل کی سزا یا جزا ملے گی اسے یوم آخرت کہا جاتا ہے۔

عقیدہ آخرت پر ایمان لانا تمام مسلمانوں پر لازم ہے اور اس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ انسان اس دنیا میں عارضی طور پر بھیجا گیا ہے تاکہ دنیا میں اچھے اعمال کر کے اپنے آخری ٹھکانے پر کامیابی سے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کو بہترین

طریقے سے بسر کرے۔ تاہم خیر اور شر کی قوتیں ہر وقت انسان کے ساتھ رہتی ہیں جبکہ انبیا کرام کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد خیر وشر میں امتیاز برقرار رکھتے ہوئے آخرت کی اہمیت کو اجاگر کرنا تھا۔

اسی لئے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے توبہ کا دروازہ بھی کھول دیا ہے تاکہ جو کوتاہی یا غلطی اور گناہ ان سے جانے یا انجانے میں سرزد ہو جاتے ہیں ان پر وہ اللہ کے حضور توبہ واستغفار کر لیں۔ تاکہ انسانوں کے گناہوں کو مٹا کر انھیں آخرت میں جنت کی نعمتوں سے نوازا جائے کیوں کہ دنیا کی زندگی تو عارضی ہے۔ انسان دنیا میں جو بھی اچھے یا برے اعمال کرتا ہے اس کی جزا یا سزا اسے قیامت کے دن مل کر رہے گی۔ اسی لئے دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى﴾[4]

اے حبیب! تم فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے اور پرہیز گاروں کے لئے آخرت بہتر ہے۔

اس حوالے سے ایک اور ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾[5] اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں متقی ہیں وہ لوگ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں

دنیا اور آخرت کا فرق

دنیا قریب کی چیز ہے، آخرت بعد کی اور دُور کی چیز ہے۔ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ آخرت جزا یا سزا کی جگہ ہے۔ دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی ہے۔ دنیا کی نعمتیں ختم ہو جانے والی ہیں آخرت کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ دنیا میں انسان اچھے یا برے اعمال کرتا ہے اور آخرت میں اس کی جزا یا سزا پائے گا۔ انسان میں جب یہ یقین کامل ہو کہ ایک دن ہمیں یہاں سے جانا ہے تو انسان اسلام کی حدود میں رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا کہ اس کے ہر عمل سے متعلق بازپرس کی جائے گی۔ وہ اس دنیا کو ہی سب کچھ نہیں سمجھ لیتا ہے۔ لیکن اگر یہ عقیدہ معاشرے میں کمزور پڑ جائے تو معاشرہ طرح طرح کی برائی کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔ ظلم و ستم، ناانصافی، دھوکہ، جھوٹ سرکشی، نفرت، عداوت، قتل وغارت گری وغیرہ پھلنے پھولنے لگتی ہے۔ چنانچہ عقیدہ آخرت سے افراد کی کردار سازی ہوتی ہے۔ جب کہ اس عقیدے سے غفلت دنیا میں براہ روی کا راستہ ہموار کرتی

---

4 - القرآن، 77:4۔

5 - القرآن، 4:2۔

ہے۔ اسی بے راہ روی والی زندگانی کو دنیا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اعتدال والی زندگی، اس میں کمائی، آل واولاد کی ضروریات یہ دنیا کا حسن ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[6]

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

دنیا کی بھلائی میں ہر اچھی اور مفید شے داخل ہے۔ کفایت کرنے والا رزق، اچھا گھر، اچھی بیوی، اچھی سواری اور اچھا پڑوس وغیرہا۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾[7]

اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ بھی نہ بھول۔

اس مقالہ میں آپ حضرت سلطان باہو کی ان ہی تعلیمات کا مطالعہ فرمائیں گے۔

حضرت سلطان باہو کا تعارف

آپ کے والد شیخ بازید محمد حافظِ قرآن اور متشرع شخصیت تھے۔ وہ حکومت ہند کے منصب دار بھی تھے شیخ بازید محمد نے آخر عمر میں حضرت بی بی رَاستی جو ایک وَلیہ کامِلہ اور عالمہ فاضلہ تھیں؛ سے رشتہ ازدواج قائم کیا۔[(8)] حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ 1039ھ مطابق 1629ء کو شور کوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے اور 1102ھ بمطابق 1692ء کو تریسٹھ (63) برس کی عمر میں وفات پائی۔"[(9)] حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی ابتدائی زندگی میں یہ خطہ امن و محبت کا گہوارہ تھا، البتہ اُن کے آخری ایام میں اورنگ زیب عالمگیر (1068ھ/1658ء-1118ھ/1707ء) اور شاہی خاندان کے درمیان جنگ و جدل کے باعث فتنہ و

6- القرآن، 2:201۔

7- القرآن، 28:77۔

8- حمید اللہ ہاشمی، **سلطان باہو** (لاہور: مکتبہ جدید پریس، 2014ء)، 64۔

9- نفس مصدر، 60۔

فساد شروع ہو گیا۔ معاشرہ میں بد خلقی اور ترشی پیدا ہو گئی۔ بہر حال "حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ کا بچپن شور کوٹ میں گزرا اور پھر خدمت خلق میں مشغول ہو گئے ۔[(10)]

حضرت سلطان العارفین کی تعلیم

آپ ابھی کم سن تھے کہ والدِ ماجد کا وصال ہو گیا، آپ کی تعلیم و تربیت نیک سیرت والدہ کی آغوش میں ہوئی۔[11]

حضرت سلطان العارفین کی دینی خدمات اور تصانیف

زندگی کا اکثر حصّہ ملتان ، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسمٰعیل خان، چولستان اور دیگر علاقوں میں سفر کر کے مخلوقِ خدا کو نیکی کی دعوت دیتے بسر ہوا۔ اللہ نے آپ کو زبردست تحریری صلاحیت سے نوازا تھا، آپ نے تقریباً 140 کُتب تحریر فرمائیں مگر ان میں سے صرف 30 زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرّہ العزیز نے اپنی **تمام تصانیف** میں آخرت کی فکر کے پہلو پر بہت زور دیا ہے۔

علما و صوفیا کرام نے باقی تعلیمات کے ساتھ ساتھ عقیدہ آخرت کو بھی عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں دین متین کی آبیاری کی اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے حتی الامکان کوشش کی۔ لوگوں میں فکر آخرت پیدا کرنے میں خاص کردار ادا کیا جو ان کے کلام میں جگہ جگہ ظاہر ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہی فکر انسان کے احوال کی اصلاح میں خشت اول کا مقام رکھتی ہے اس لئے انہوں نے اس کی طرف خاص توجہ فرمائی اور اس کے مقابلے میں دنیا کی بے ثباتی اور بے وقعتی کو واضح کیا تا کہ فرزندان اسلام دنیا کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اخروی زندگی سنوارنے کی طرف توجہ دیں۔

اس مقالے میں **ابیات باہو** کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ ان کا آخرت کہ کے بارے میں کیا منہج اور اسلوب ہے ؟ آپ کی فکر آخرت پر قرآن و سنت کی رو سے بحث کی گئی ہے اور آخر میں خلاصہ بحث پیش کیا گیا ہے۔

10۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی، **باہونامہ** (لاہور: مکتبہ الفیصل، 2003ء)، 31۔

11 - سلطان حامد بن حضرت شیخ باہو، **مناقب سلطانی**، (لاہور: شبیر برادرز، ۲۰۰۷)، 21۔

قرآن وسنت کی روشنی میں فکر آخرت

اس بات پہ بغیر کسی شک و شبہ کے یقینِ کامل رکھنا کہ یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی اور مرنے کے بعد تمام لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال کی بنیاد پر ان کا فیصلہ کیا جائے گا عقیدۂ آخرت کہلاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾[12] اور متقی ہیں وہ لوگ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں.

ایک جگہ اور ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾[13]

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے، یقیناہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے

ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾[14]

سو کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے۔"

اسی طرح آخرت کی قدر و قیمت کے بارے میں احادیث بھی موجود ہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكِتَابِهِ، وَلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ [15]

---

12 - القرآن،2:4۔

13 - القرآن،۱۸:۳۰۔

14 - القرآن،۲۳:۱۱۵۔

15 - مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ)، **المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم**، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي (بيروت: دار إحياء التراث العربي)، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ الْإِسْلَامِ مَا هُوَ وَبَيَانُ خِصَالِهِ، 1:40 –

" ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کے رسولوں کو، اور آخرت کے دن کو حق جانو اور مانو۔

جب انسان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ اسے ایک دن اس دار فانی سے کوچ کر جانا ہے تو اسے جہان فانی کی چیزوں کی طرف رغبت نہیں رہتی اور دنیا کی اشیاء سے محبت کی بجائے آخرت کی تیاری کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ اس لئے سلطان باہو لوگوں میں یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش میں رہتے تھے کہ وہ بھی اس حقیقت کو جان جائیں۔

حضرت سلطان العارفین اور فکر آخرت

اس ضمن میں حضرت سلطان باہو کا ارشادِ گرامی ہے:

ادھی لعنت دنیا تائیں ساری دنیا داراں ہو
راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لین غضب دیاں ماراں ہو
پیوواں کولوں پُتر کوہاوئے بِھٹھ دنیا مکاراں ہو
دنیا ترک کیتی جن باہو لَیسن باغ بہاراں ہو[16]

آدھی لعنت دنیا پر اور ساری لعنت دنیا داروں پر! جس نے اللہ کی راہ میں دولت خرچ نہ کی، اسے غضب کی مار پڑے گی۔ مکار دنیا پر لعنت، جو باپوں سے بیٹے ذبح کراتی ہے۔ باہو! جن لوگوں نے دنیا ترک کی، وہی باغ و بہار سے لطف اندوز ہوں گے۔[17]

دنیادار جس پر لعنت کی گئی ہے اس سے مراد وہ غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے جو صرف اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ دوسرا وہ مسلمان جو غفلت کا شکار ہے اور دنیا اور اس کے مال میں اس قدر گم ہو جاتا ہے کہ اسے اسلامی اقدار کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ حضرت سلطان العارفین پہلے مصرع میں فرماتے ہیں کہ دنیا کا مال و متاع اور دولت ہی برائی کی جڑ ہے یعنی اس کی کمائی، حساب کتاب اور خرچ وغیرہ میں انسانوں کی بہترین قوتیں صَرف

16۔ ہاشمی، **سلطان باہو**، 22۔
17۔ سید احمد سعید ہمدانی، **شرح ابیات سلطان باہو** (لاہور: زاویہ پبلی کیشنز، س ن)، 28۔

ہو جاتی ہیں بعض اوقات عالی دماغ اور باصلاحیت لوگ اس کے لالچ میں آکر سب کچھ گنوا بیٹھتے ہیں۔ یہ دولت انسان کو اس کے غلط استعمال پر اکساتی ہے مگر یہ برائی اچھائی میں بدل سکتی ہے اگر اسکا استعمال عدل کے ساتھ ہو یعنی برمحل اور صحیح ہو۔ اس لیے سلطان العارفین نے آدھی لعنت دنیا پر بھیجی ہے کہ فی نفسہ کوئی چیز بری نہیں ہوتی اس کا استعمال اسے اچھا یا برا بنا دیتا ہے۔

دنیا کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَآ إِلَّا لَعِبٞ وَلَهۡوٞ﴾ (18)

"دنیوی زندگی کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں۔"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱللَّهُ يَبۡسُطُ ٱلرِّزۡقَ لِمَن يَشَآءُ وَيَقۡدِرُۚ وَفَرِحُواْ بِٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَمَا ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا فِي ٱلۡأٓخِرَةِ إِلَّا مَتَٰعٞ﴾ (19)

"اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اور وہ (کافر) دنیا کی زندگی سے بہت مسرور ہیں، حالانکہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایک حقیر متاع کے سوا کچھ نہیں۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

ألا إنَّ الدُّنيا ملعونةٌ ملعونٌ ما فيها، إلَّا ذِكرُ اللهَّ وما والاهُ، وعالِمٌ أو متعلِّمٌ [20]

خبردار بیشک یہ دنیا ملعون ہے۔ جو کچھ بھی اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے (یعنی اللہ کی رحمت سے دوری کا باعث ہے) سوائے ذکر الٰہی کے اور جو اس ذکر سے منسوب ہو گیا اور سوائے عالم (ربانی) کے یا طالب علم کے (یعنی یہ خدا کی رحمت کے مستحق ہیں باقی چیزیں رحمت سے دور ہیں)۔

18۔ القرآن، 6: 32۔

19۔ القرآن، 13: 36۔

20۔ محمد بن يزيد ابن ماجة، **سنن ابن ماجة** (لاہور: مکتبہ یادگار شیخ، 2000)، كتاب الزهد، باب مثل الدنيا، 2: 1377، رقم: 4112۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دنیا پر لعنت کی جا سکتی ہے لہذا مطلقا دنیا کو ملعون قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ جب دنیا اور اس کا مال اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر سے روکے تو اس صورت میں یہ ملعون ہو گی۔

دنیا کی طمع ایسی بُری چیز ہے کہ اس میں فطری انسانی رشتے بھی کٹ جاتے ہیں۔ باپ بیٹے اور اعزاء و اقرباء بھی دنیا کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں ایک دوسرے کو مرنے مارنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ کافر کے لئے جنت

اللہ والوں کے نزدیک فقر اختیار کرنا اور دنیا کی محبت سے دور رہنا آخرت میں سرخرو ہونے اور کامیاب ہونے کا ذریعہ ہے اور دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے کوئی غرض نہ رکھنا۔

سلطان العارفین کا اسلوب تبلیغ نہایت سادہ اور موثر ہے۔ انہوں نے بڑے موثر انداز سے فکر آخرت کی اہمیت اور افادیت بیان فرمائی ہے۔ اگر ان صوفیاء کرام کی تعلیمات پر ہم عمل پیرا ہو جائیں تو جنت ہمارا مقدر بن جائے۔ دنیا میں بھی آرام و سکون اسی درس نصیحت میں ہے اور آخرت میں جنت کا استحقاق بھی اسی عمل پر منحصر ہے۔

"دنیا ترک کیتی جنہاں نے باھو لیسن باغ بہاراں ہو"

اس حقیقت کو حدیث نبوی میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔[21]

دنیا مومن کے لیے قید خانہ، جبکہ کافر کے لیے جنت کی طرح ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع[22] میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن[23] میں بھی روایت کیا ہے۔ اس ضمن میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں جن لوگوں نے دنیا کو ترک کیا اور آخرت کی فکر کی اور

21۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الزهد والرقائق، 4: 2272، رقم: 2956۔

22۔ ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، **الجامع** (لاہور: المیزان ناشران و تاجران کتب، 2004)، ابواب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی الله، 2: 58، رقم: 2324۔

23۔ ابن ماجة، **السنن**، کتاب الزهد، باب مثل الدنیا، 2: 1378، رقم: 4113۔

تھوڑی عمر میں آخرت کی تیاری کی وہ کامیاب ہوئے اس لیے مومن کے لئے دنیا قید خانہ ہے آخرت میں اس کے لیے جنت ہے۔

حضرت سلطان العارفین ارشاد فرماتے ہیں:

جیوندیاں مر رہنا ہووے تاں ویس فقیراں بہیے ہُو
جے کوئی سُٹے گودڑ کُوڑا وانگ اُروڑی سہیے ہو
گلہ اُلانبھا بھنڈی خواری یار دے پاروں سہیے ہو
قادر دے ہتھ ڈور اساڈی باہُو رکھے تیوں رہیے ہو[24]

اگر جیتے جی مر کر رہنا ہو تو پھر فقیروں کے لباس میں ان کے حلقہ میں بیٹھنا چاہیے۔ کوئی کوڑا کرکٹ بھی پھینکے تو پھر کوڑے کے ڈھیر کی طرح سہنا چاہیے۔ لوگوں کے گلے، طعنے، لڑائی جھگڑے اور ذلت سب کچھ اللہ کے لیے برداشت کرلینا چاہیے کیوں کہ اسی قادر مطلق کے ہاتھ ہماری زندگی ہے جس طرح وہ رکھے ہمیں اسی طرح خوش رہنا چاہیے۔

مطلب یہ ہوا کہ رسول ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مکہ کے کفار نے یہی رویہ آپ ﷺ سے اختیار کیا لیکن آپؐ نے ان کا جواب محبت سے دیا، اُن کے لئے دعائیں کیں، اُن کو دین کی تعلیم دیا اور ان کی معاشرتی و معاشی زندگی کی ضمانت دی تو اخوت، بھائی چارہ، رواداری حسن سلوک، صبر اور تحمل، جیسی اقدار اسلامی انقلاب کی اساس ٹھہریں۔

اس رباعی میں حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام دُکھ اور تکلیفیں اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی رضا کے لئے برداشت کریں تا کہ اللہ راضی رہے اور آخرت بہتر ہو جائے۔ اس طرح ریاضت اور تزکیہ کے بعد درویش اپنے اندر برائی پر آمادہ کرنے والی جبلتوں کو مغلوب کرلیتا ہے اور فکر آخرت کے جذبہ سے سرشار ہو کر وہ باطنی تبدیلی کے بعد اپنی شخصیت کو نئے روپ میں ڈھالتا ہے اب وہ فکر آخرت کی روشنی میں صرف ظاہر کو ہی نہیں دیکھتا بلکہ باطن پر بھی اس کی نظر رہتی ہے۔

24۔ ہاشمی، مرجع سابق، 41۔

دنیا آخرت کی کھیتی

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کے کلام میں فکر آخرت کے پہلو کی وضاحت اور تشریح بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ درویش سب کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور آخرت میں کامیابی کے حصول کے لئے برداشت کرتا ہے وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنا عمل سرانجام دیتا ہے۔ اگر قادر مطلق میدان جنگ میں لڑنے کا حکم دیتا ہے تو درویش سربکف میدان جنگ میں چلا جاتا ہے اگر کفار کے ملک میں تبلیغ کرنے کو کہا جاتا ہے تو وہ بے دھڑک وہاں پہنچ جاتا ہے اگر اُسے تدریس و تعلیم یا تالیف و تصنیف کا کہا جاتا ہے تو عمل پیرا ہوتا ہے وہ ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم بجالاتا ہے تو اس کی آخرت سنور جاتی ہے اور یہی فکر آخرت کا عظیم جذبہ ہے جیسا کہ معروف مقولہ ہے کہ الدُّنیا مزرعۃُ الآخرۃِ۔[25] "دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔"

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

جیوندے کیہ جانن سار مویاں دی سو جانے جو مردا ہو
قبراں دے وچ اَن نہ پانی خرچ لوڑیندا گھر دا ہو
اک وچھوڑا ماں پیو بھائیاں بیا عذاب قبر دا ہو
واہ نصیبہ باہو جیہڑا وچ حیاتی مردا ہو[26]

زندوں کو مرنے والوں کی تکلیف کی کیا خبر؟ وہی جانتا ہے جو مر جاتا ہے۔ قبر کے اندر نہ روٹی ہے نہ پانی۔ یہاں تو گھر سے لایا ہوا خرچ چاہیے۔ مرنے کے بعد ایک تو ماں باپ اور بہن بھائیوں کی جدائی کا غم اور دوسرے عذاب قبر کا خوف باہو! نصیب کے وہی اچھے رہے جنھوں نے اسی جہاں میں موت کو قبول کر لیا۔"

مرنے کے بعد بندے پر فی الواقع کیا کچھ گزرتی ہے؟ اس امر کو وہی جان سکتا ہے جو مر گیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

25۔ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، **فتح الباری**، ت: محمد فواد عبدالباقی (القاھرۃ: المکتبۃ السلفیۃ، 2015ء)، 11: 230۔

26۔ ہاشمی، مرجع سابق، 75۔

اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال على اعناقهم فإن كانت صالحة قالت: قدمونى قدمونى، وإن كانت غير صالحة قالت: ياويلها أين يذهبون بها، يسمع صوتها كل شئى الا الانسان۔ولوسمعها الانسان لصعق۔[27]

جب جنازہ تیار ہوتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ نیک آدمی کا جنازہ ہو تو کہے گا کہ مجھے جلدی لے چلو، اگر نیک شخص کا جنازہ نہ ہو تو کہے گا: ہائے ہلاکت! وہ (میرے) اس جنازے کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ میت کی یہ آوازیں انسانوں (اور جنات) کے علاوہ تمام مخلوقات سنتی ہیں۔ اگر انسان ان آوازوں کو سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا میں نیک اعمال کرنے والے کی آخرت سنور جاتی ہے اور اسے مرنے کے بعد اخروی نعمتوں کی طرف جانے کی جلدی ہوتی ہے اور اگر وہ نیک نہیں ہوتا تو اسے آگے بڑھنے سے خوف آتا ہے اور عذاب الٰہی سے خوف کی وجہ سے وہ عجیب و غریب باتیں کرتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے اگر انسان تکبر اور غرور کرتے ہوئے شب و روز گزارتا ہے تو اسے آخرت میں پچھتانا پڑے گا لیکن اس وقت پچھتانے کا کچھ فائدہ نہیں ہو گا کیوں کہ وہاں سے واپس آنے کی اجازت نہیں ہے اس لئے اس دنیا میں رہتے ہوئے عقل سے کام لیا جائے اور اس دنیا کو اپنی بہتر آخرت کے لئے استعمال کیا جائے۔

حضرت سلطان باہو کی شاعری میں فکر آخرت کا پہلو بہت واضح ہے کیوں کہ یہ حقیقت ہے کہ جو انسان مر جاتا ہے اس کی قیامت شروع ہو جاتی ہے وہ اپنے بہن بھائیوں کو دوبارہ مل نہیں سکتے اسی طرح قبر میں کوئی رشتہ دار کام نہیں آئے گا۔ نیک بندے کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گی اور برے بندے کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہو گی اس کا حساب کتاب شروع ہو جائے گا وہ اگر فرشتوں کے سوالوں کے جواب دینے میں کامیاب ہو گیا تو وہ کامیاب ہو گا اگر خدانخواستہ وہ امتحان میں فیل ہو گیا تو ذلت و رسوائی اس کا مقدر ہو گی اور وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جنہوں نے دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے اعمال صالحہ کی شکل میں کچھ سامان جمع کیا ہو گا۔ صوفیاء کرام نے اپنی خواہشاتِ نفس کے خلاف جہاد کیا اور شیطان دُشمن کی چالاکیوں میں نہ آ کر دنیا میں رہ کر بھی اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی بسر کی وہ آخرت میں کامیاب ہوئے اس کے

27۔ ابن حبان، **صحیح ابن حبان**، ت: احمد شاکر (مصر: دار المعارف، 2010ء)، 7 : 254، رقم: 3111۔

برعکس جو لوگ سُستی اور کاہلی کا شکار ہو کر شیطان، نفس، دُنیا کی شر سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے وہ نامراد ٹھہرے اور دُنیاومافیھا میں کوئی بھی اُن کے کام نہ آسکا اور یہی پیغام سلطان العارفین کا ہے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دُنیا ڈھونڈن والے کتے در در پھرن حیرانی ہو
ہڈی اتے ہوڑ تنہاں دی لڑدیاں عمر وہانی ہو
عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن پیے ولوڑن پانی ہو
باجھوں ذکر رب دے باہو کُوڑی رام کہانی ہو[28]

دنیا کے پیچھے دوڑنے والے کتے دربدر حیران پھر رہے ہیں ساری عمر ہڈیوں کے لئے لڑتے گزر گئی (یعنی دنیا کا مال اکٹھا کرتے ہوئے) غلط سمجھے ہیں کہ پانی سے مکھن نکل آئے گا باہو رب کے ذکر کے بغیر باقی سب جھوٹی رام کہانی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِن كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ ٱلْحَيَاةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَٱلْآخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [29]

"اور یہ سب کچھ دُنیوی زندگی کی عارضی اور حقیر متاع ہے اور آخرت کا (حسن وزیبائش) آپ کے رب کے پاس ہے (جو) صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے۔"

اللہ رب العزت نے انسانوں کو نہ صرف بے شمار مادی نعمتوں سے نوازا ہے بلکہ اُسے ایسی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور کیا ہے، جو کسی دوسری مخلوق کے حصے میں بہت کم آئیں اور اللہ رب العالمین دیکھنا چاہتا ہے کہ انسان اس کی نعمتوں کو پا کر بھلا کیا رویہ اختیار کرتا ہے اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو کس طرح بروئے کار لاتا ہے۔ آیا وہ اپنے خالق، رازق، اور معبودِ حقیقی کو پہنچانتا ہے یا اس سے دور لے جانے والی لذتوں اور دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے۔ وہ اپنے مالک کی بارگاہ میں شکر سے سر جھکاتا ہے یا اس کے دشمنوں کے سامنے جبیں فرسائی کرتا ہے۔

28۔ ہاشمی، مرجع سابق، 30۔
29۔ القرآن، 43: 35۔

اگر ہم اس مختصر دُنیوی زندگی کو منزل مقصود بنا کر بیٹھ گئے اور اَبدی واُخروی زندگی کی تیاری نہ کی تو مرنے کے بعد بہت پچھتاوا ہو گا اور ہمارے وہاں خسارے کا سبب یہ ہو گا کہ ہم نے ہمیشہ کی زندگی یعنی آخرت کو مقصد نہیں بنایا اور اس اصل مقصد کو فراموش کر بیٹھے اور دنیا کے ہی ہو کر رہ گئے۔

سورۃ البقرہ کی آیت میں ارشاد ہوا ہے:

﴿فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ [30]

"تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی ان کے بت) ہیں جو کافروں کے لیے تیار کی گئی۔"

الغرض حضرت سلطان العارفین نے اپنے اشعار کو مندرجہ بالا قرآنی آیات کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔ علی ھذا القیاس اسلامی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی ایسے ہے جیسے پانی میں آپ مدھانی ڈال دیں تو اس میں کبھی بھی مکھن نہیں نکل سکتا ہے اس طرح اگر انسان دنیا کے پیچھے دوڑتا ہے لیکن وہ سایہ کی طرح اسکے ہاتھ میں نہیں آتی دنیادار کی مثال کُتے جیسی ہے اور ہڈی سے مراد دنیا کا مال و متاع اگر انسان دُنیا میں دنیاداری کے لئے بھاگتا ہے تو اسکی مثال کُتے اور ہڈی کی سی ہے۔

اس لیے انسان کو دنیا ترک کر کے آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور فکر آخرت ہی ایسا جذبہ ہے جس سے سرشار ہو کر انسان دنیا پر آخرت کو اہمیت دیتا ہے اور وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے یہی اس کی بڑی کامیابی ہے۔

دنیا گھر منافق یا گھر کافر سوہندی ہو
نقش نگار کرے (بہتیرے) زن خوباں سب موہندی ہو
بجلی وانگوں کر لشکارے سردے اُتوں جھوندی ہو
عیسٰی دی سِل وانگوں باہو راہِ ویندیاں نوں کوہندی ہو [31]

30- القرآن، 2: 24۔
31- ہاشمی، مرجع سابق، 70۔

دُنیا منافقوں اور کافروں کے گھر میں رہتی ہے عورت کی طرح نقش و نگار کے ذریعے خوبصورت نوجوانوں کو مائل کرتی ہے، بجلی کی طرح چمک کر روشنی کرتی ہے اور سر کے اوپر سے گزر جاتی ہے سونے کی اینٹ کے پیچھے مسافروں کو قتل کرتی ہے

دنیا کو ایک پُر فریب عورت کہا گیا ہے مگر خود دنیا سے مراد مال و دولت کی کثرت اور اس کی محبت ہے ایسی دنیا یا تو منافقوں کے ہاتھ میں آتی ہے جو فریب و دروغ سے اُسے اپنے ہاں جمع کر لیتے ہیں اور کافروں کے ہاں اس کی بہتات ہوتی ہے جن کے سامنے حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ انہیں اس دنیا کے حصول کے لیے کوئی حربہ استعمال کرنے میں خوف نہیں ہوتا۔ اس رباعی کے آخری مصرع میں عیسی علیہ السلام کی اینٹ کا ذکر ہے جس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں تین دوست سفر میں ایک سونے کی اینٹ پا لیتے ہیں اور جب اپنے میں سے ایک کو کھانا لانے بھیجتے ہیں تو وہ اس میں زہر ملانے کی سازش کرتا ہے اور باقی دونوں اس کی عدم موجودگی میں اسے قتل کرنے کا منصوبہ بناتے ہیں اور آتے ہی اسے ہلاک کر دیتے ہیں اور زہر آلود کھانا کھا کر خود بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔

منافقین اور کافروں کو آخرت کی فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی چوں کہ اُن کے دلوں پر کفر کی مہر اور دل میں کفر کی سیاہی جمی ہوئی ہے اور مسلمان چوں کہ کلمہ حق اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتے ہوئے بھی اگر بدی کا رستہ اختیار کریں تو یہ لمحہ فکریہ ہے۔ اگر دل میں یہ خیال رہے کہ یہ زندگی صرف ایک راستہ کی حیثیت رکھتی ہے اور منزلِ مقصود وہی ہے جو موت کے بعد ملے گی اور اُس منزل کی فکر اور احساس عین عبادت ہے قیامت کے دن بہت سے لوگ فکر آخرت کے جذبہ سے سرشار ہونے کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر اس دنیوی راہ پر کانٹے اُگے ہوں یا پھول کھلے ہوں دانا شخص رستہ کو رستہ ہی سمجھے گا، وہ کبھی اسے منزلِ مقصود نہیں بنائے گا اگر راستے میں کانٹے اُگے ہوں گے تو وہ خندہ پیشانی سے اذیتیں برداشت کرے گا اور اپنا سفر آخرت جاری رکھے گا۔ اگر پھول کھلے ہوں تو وہ ان پھولوں سے لطف اُٹھانے کے لیے راہ کو منزل سمجھنے کے بجائے اصلی منزل یعنی آخرت میں کامیابی کی طرف گامزن رہے گا یہ سب جذبہ فکر آخرت کی مضبوطی کی بنا پر ہو گا دانا شخص نہ تو زندگی کے کانٹوں کی اذیت سے دل شکستہ ہوتا ہے اور نہ ہی پھولوں کی مہک سے اپنی حقیقی منزل کو گنواتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو بیان کرتے ہوئے سنا:

"مَن جعلَ الهمومَ همًّا واحدًا، همَّ آخرتِهِ، كفاهُ اللهُ همَّ دُنْياهُ، ومَن تشعَّبت بِهِ الهمومُ في أحوالِ الدُّنيا لم يبالِ اللهُ في أيِّ أوديتِها هلَكَ"[32]

جس آدمی نے تمام فکروں کو چھوڑ کر ایک ہی فکر لگالی یعنی آخرت کی فکر اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی فکروں کے معاملے میں اُس کے لیے کافی ہو جائے گا اور جسے طرح طرح کی دنیاوی فکروں نے مصروف رکھا وہ آخرت کی فکر کو بھولا رہا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ غم کی کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے یعنی کس غم میں مبتلا ہوتا ہے۔

اُخروی زندگی کی کامیابی اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کے لئے اس دنیا کو صحیح استعمال میں لایا جائے۔ اور آخرت کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کی جائے اس ضمن میں حضرت باہو کے ارشادات بہت اہم ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ دنیا ظاہری طور پر بڑی دلکش نظر آتی ہے اور یہ انسان کو آہستہ آہستہ اپنے جال میں پھنسا لیتی ہے جیسے

"بجلی وانگوں کر لشکارے سر دے اُتوں جھوندی ہو"

یعنی اس دنیا کی ظاہری چمک اور دلکشی انسان کو آخرت کی طرف سے متوجہ ہونے سے روکتی ہے۔ اسطرح دنیوی زندگی کی اصل قیمت اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ یہ آخرت کی زندگی سنوارنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس لیے اس سے وہی کام لیا جائے جس سے دائمی وابدی ثمرات حاصل ہوں۔

خلاصہ بحث

ساری بحث کو یوں سمیٹا جا سکتا ہے کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاعری اور کلام کے ذریعے لوگوں کو متاثر کیا اور دین اسلام کی طرف مائل کیا ان کے کلام میں باقی بہت سے موضوعات کے علاوہ ایک اہم موضوع فکر آخرت ہے جسے انہوں نے دنیا کے مقابلہ میں اہم قرار دیتے ہوئے لوگوں کے ذہنوں میں اجاگر کرنے کی کوشش کی اور انہیں اس کے لئے تیار کرنے کے لئے خوب متوجہ کیا۔ ان کا اسلوب اس میں یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے انہوں نے تمثیلات کا سہارہ لیا ہے اور آسان انداز سے اپنا مدعی پیش کیا ہے جیسے

32۔ احمد بن محمد البیہقی، **كتاب الزهد الكبير**، ت: عامر احمد حيدر (مصر: دار الجنان، مؤسسة الكتب الثقافية، 1987ء)، 4: 66، رقم: 16۔

دنیا کو ایک عورت قرار دیا ہے جو بناؤ سنگھار کر کے نوجوانوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے اس لیے اس کو مذموم قرار دیا ہے۔ جس سے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی محبت اور اس کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

انہوں نے دنیا کی بے ثباتی کو بیان کیا ہے اور دنیا کی خاطر آخرت کو چھوڑنے والوں کی مذمت بیان کی ہے۔ ان کے کلام میں دنیا اور اس کے مال و متاع کے بارے میں کافی سختی پائی جاتی ہے اور دنیا کی مذمت بھرپور انداز سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو دعا بیان فرمائی ہے اس میں آخرت اور دنیا دونوں کی بھلائی کا ذکر ہے۔ اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اگر حضرت سلطان باہو کے کلام کا جائزہ لیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ ان کا کلام اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہے اور بعض مقامات پر اس میں جو شدت پائی جاتی ہے وہ بھی اسلامی تعلیمات کے ایک پہلو کو زیادہ نمایاں کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔

Bibliography

1. Al Qur'an
2. Abu al-Ḥussain Muslim bin Ḥajjāj al Qashi-ri-, Al Jame-al-Ṣaḥi-ḥ, Lahore:Maktaba Yadgare Sheikh, 2001.
3. Ahmad bin Ali bin Ḥajar Asqalani, Fathul Bari, Research Muhammad Fawad Abdul Bāqi-, Cairo: al-maktabah as-Salafiya, 2015).
4. Al Baihqui-, Kitāb al Zuhad-al-Kabi-r, Research Amir Ahmad Ḥaider, Egypt: Dar al Janān, 1987.
5. Dr Sulṭān Altāf Ali, Bāhū Nāma, Lahore: Maktaba al-Faiṣal, 2003.
6. Abu Eisā Muhammad bin Eisā Tirmazi-, al-Jāme, Lahore: al-Meezān Nashrānwa Tajrān Kutub, 2004.
7. Ḥameedullah Hāshmi, Sulṭān Bāhū, Lahore: Maktaba Jadi-d Press, 2014.
8. Abu Hātim al-Basti- Muhammad bin Ḥibbān, Ṣaḥi-ḥ ibn e Ḥibbān, Research: Ahmad Shākir, Egypt: Dār al Ma'āraf 2010.
9. Muhammad bin Ismail Bukhāri-, al Jām e al Ṣaḥi-ḥ, Lahore, Maktaba Yādgāre Sheikh, 2002.
10. Muhammad bin Yazi-d bin Maja, al-Sunan, Lahore: MaktabaYādgāre Sheikh, 2000.
11. Sulṭān Bāhū, Abyāt e Bāhū, Lahore: Shabir Brothers.
12. Syed Ahmad Saeed Hamdani-, Sharah Abyāt Sultān Bāhū, Lahore: Zawiya Publications.